Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ **الفضل** ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۴۲/۷۷ | بدھ - ۲۵ شوال ۱۴۱۲ھ - ۲۹ شہادت ۱۳۷۱ہش - ۲۹ اپریل ۱۹۹۲ء | نمبر ۹۹

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ و امیر مقامی کی صحت کیلئے خصوصی درخواست دعا

ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی عام صحت اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے لیکن کمزوری بہت ہے۔

احباب محترم صاحبزادہ صاحب کی صحت کاملہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کے متعلق

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نہایت پیارے انداز میں اپنے "پیارے برادرم مکرم نسیم سیفی" کو حضرت بیگم صاحبہ (اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرماتا رہے) سے متعلق درج ذیل نوٹ اور ایک نظم الفضل میں اشاعت کے لئے عطا فرمائے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

آصفہ بیگم کے وصال سے تقریباً دو ہفتے پہلے تہجد کے وقت جب آنکھ کھلی تو ذہن میں الفاظ کے بغیر ہی بعض اشعار کا مضمون مترنم تھا۔ بحر معین تھی اور قافیہ و ردیف "دم اعجاز" "قدم اعجاز" وغیرہ کی تال پر تھے۔ صبح میں نے اس مضمون کو دو شعروں کے سانچے میں ڈھالا اور ہسپتال جا کر آصفہ بیگم کو یہ شعر سنائے تو انہیں بہت روحانی تسکین ملی اور نمناک آنکھوں میں جذبات تشکر جھلملانے لگے۔ میں نے انہیں کہا کہ یہ نظم مکمل ہو جائے گی تو آئندہ جلسہ پر خواتین کے اجلاس میں موتا بیٹی سے کہوں گا کہ ہماری موجودگی میں پڑھ کر سنائے۔ بعد ازاں ان کی زندگی میں یہ نظم مکمل کرنے کا وقت میسر آیا نہ دماغ۔ ہر روز مرض میں نئی پیچیدگیاں پیدا ہونے لگیں۔ ہر شب کی دعائیں اس پیچیدگی کے قدم روک لیتیں۔ لیکن ایک فکر سے نجات ملتی تو ایک دوسری دامنگیر ہو جاتی۔ رفتہ رفتہ یہ تقدیر واضح نقش کے طور پر ابھر آئی کہ روزمرہ قبولیت دعا اور شفاء کی یہ جھلکیاں محض دلداری اور نرم سلوک کا مظہر ہیں ورنہ تقدیر مبرم کو کوئی دعا ٹال نہیں سکتی۔

جب یہ رمز و کنایہ مجھ پر روشن ہو گیا تو ایک رات میں نے بارگاہ الٰہی میں اسی مضمون کا رونا رویا لیکن کامل طور پر حدودِ بندگی اور حدِ ادب کے اندر رہتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ مجھے شبہ سا پڑ رہا ہے مگر قطعی طور پر صرف تو جانتا ہے کہ تو کیا مقدر فرما چکا ہے۔ مجھے تو یہ بھی اعتماد نہیں کہ جو مانگوں وہ کہیں خیر کے پردے میں شر نہ نکلے۔ پس حضرت موسیٰؑ کے الفاظ میں میری التجا یہی ہے کہ (اے میرے رب! اپنی بھلائی میں سے جو کچھ تو مجھ پر نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں۔)

دوسرے روز جب میں نے بی بی کو اختصار کے ساتھ یہ روداد سنائی تو رونے کی آواز تو نہ آئی مگر آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ان کی وفات تک میں یہی سمجھتا رہا کہ اپنی بیچارگی کی حالت پر رو رہی تھیں مگر وفات کے بعد مجھے فائزہ بیٹی اور امۃ القدوس نے بتایا کہ وہ اپنی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے رو رہی تھیں کہ میں ان کی تکلیف کو اتنا محسوس کر رہا ہوں اور سخت کرب میں مبتلا ہوں۔

نظم کے جو پہلے دو شعر ان کی زندگی میں ہوئے تھے وہ صرف دو لفظی تبدیلیوں کے ساتھ اس طرح پوری نظم میں شامل ہیں۔ پہلے مصرعہ میں "بقا" کی بجائے "شفاء" کا لفظ تھا اور "تھا" کی بجائے "ہے" کا۔ گویا مصرعہ یوں تھا۔ "تری شفاء کا سفر ہے قدم قدم اعجاز"

والسلام
خاکسار مرزا طاہر احمد

تری بقا کا سفر تھا قدم قدم اعجاز
بدن سے سانس کا ہر رشتہ دم بدم اعجاز

ترا فنا کے اُفق سے پلٹ پلٹ آنا
دُعا کے دوش پہ نبضوں کا زیر و بم اعجاز

تھا اک کرشمۂ پیہم ترا دلِ بیمار
دکھایا ہو گا کسی دل نے ایسا کم اعجاز

نحیف جان، بہت بوجھ اُٹھا کے چلتی رہی
ہر ایک نقشِ قدم پر تھا مرتسم اعجاز

اسی کا فیض تھا ورنہ مری دُعا کیا تھی
کہے سے اس کے دکھاتا تھا میرا غم اعجاز

جب اس کا اذن نہ آیا، خطا گئی فریاد
رہی نہ آہ کرشمہ، نہ چشمِ نم اعجاز

غنا نے اس کی جو عرفانِ بندگی بخشا
نہیں تھا وہ کسی جود و عطا سے کم اعجاز

بچشمِ نم تمہیں سمجھایا، بس خدا کے لئے
دکھاؤ نا، سرِ تسلیم کر کے خم اعجاز

یونہی شماتتِ اعدا سے مت ڈرو بی بی!
ہمارے حق میں دکھائیں گے یہ ستم اعجاز

ہو موت اس کی رضا پر یہی کرامت ہے
خوشی سے اس کے کہے میں جو کھائیں سم اعجاز

وہیں تمہاری اَنا کا سفر تمام ہوا
حیات و موت وہیں بن گئے بہم اعجاز

نحیف ہونٹوں سے اُٹھی ندائے استغفار
نوائے توبہ تھی اللہ کی قسم اعجاز

مجھے کبھی بھی تم اتنی نہیں لگیں پیاری
وہ حسن تھا ملکوتی، وہ ضبطِ غم اعجاز

اسی کی ہو گئیں تم اس کے امر ہی سے تمہیں
اَمَر بنانے کا دکھلا گئی عدم اعجاز

کبھی تو آ کے ملیں گے۔ چلو خدا کے سپرد
کبھی تو دیکھیں گے احیائے نو کا ہم اعجاز

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع : ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقامِ اشاعت : دارالنصر غربی ۔ ربوہ
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۹۔ شہادت ۱۳۷۱ ہش ۔ ۲۹۔ اپریل ۱۹۹۲ء

دُعا ۔ اپنے لئے ۔ سب کیلئے

ایک موقعہ پر حضرت فضل عمر ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے ۔۔ نے خدام الاحمدیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

"اس کے بعد مَیں آپ لوگوں کی خواہش کے مطابق دعا کروں گا۔ باقی خدام کو بھی اپنی دعاؤں میں شامل کر لیں بلکہ ساری دنیا کے لوگوں کو اپنی دعاؤں میں شامل کر لیں تاکہ وہ قرآن سیکھیں اور اس پر عمل کریں۔ خواہ کوئی ہندو ہے یا عیسائی یا کسی اور مذہب کا پیرو۔ سب کو دعوت الی الحق ہمارا فرض ہے۔ اگر وہ قرآن کریم کو ماننے لگ جائیں۔ مخلوق کی خدمت میں لگ جائیں تو یہی دنیا جو جہنم نظر آتی ہے اور لڑائیوں کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ امن کا گہوارہ بن جائے"

یہ پیراگراف مندرجہ ذیل باتوں کی طرف ہماری توجہ مبذول کرواتا ہے۔
۱۔ دعا کے لئے خواہش کرنی چاہیئے۔ یعنی خدا تعالیٰ کے برگزیدہ لوگوں سے دعا کروانے کی خواہش پیدا ہونی چاہیئے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ان کی عمومی دعاؤں سے بھی سب کو حصہ رسدی حصہ ملتا ہے۔ لیکن دل میں خواہش پیدا ہونا کہ ان سے دعا کروائی جائے۔ ان کی دعا کو زیادہ مؤثر بنا دیتا ہے۔ ۲۔ دعا کو محدود نہیں کرنا چاہیئے۔ کسی ایک فرد کے لئے یا ایک گروہ کے لئے یا ایک جماعت کے لئے۔ دل میں دعا کرنے کے لئے درد پیدا ہو تو اس درد کے جذبے کو وسیع سے وسیع تر کر دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یا اللہ فلاں مریض کو شفا دے کے ساتھ اگر یہ بھی کہا کہ یا اللہ سب مریضوں کو شفا دے تو یقیناً یہ دعا اپنی وسعت کی وجہ سے زیادہ مؤثر ہوگی۔ اور خدا تعالیٰ کی رضا کے زیادہ مطابق ہوگی۔ اور اس لئے قبولیت کی زیادہ مستحق سمجھی جائے گی۔ ۳۔ سب دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی کی جانی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو توفیق دے۔ کہ قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کر سکیں۔ اس میں سب اچھی ہی اچھی باتیں ہیں۔ یہ باتیں ہر شخص کی زندگی کو سنوار سکتی ہیں۔ ان باتوں پر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث بنتا ہے۔ اور انسان کی سب سے بڑی سعادت یہی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کا ایک نتیجہ یہ بھی ہو گا کہ لوگ خدمت خلق میں مصروف ہو جائیں گے۔ سب ایک دوسرے کا خیال رکھیں گے۔ سب ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ سب ایک دوسرے کے کام آئیں گے۔ اور اس طرح ہمارا معاشرہ حسین سے حسین تر ہوتا چلا جائے گا اور اس حسین معاشرہ کا ہی نام ارضی جنّت ہے۔

الفضل سے ہے اُنس تو پڑھئے خرید کر
مانگے کا، پڑھ گے، دل تو تسلّی نہ پائے گا
رکھّیں اسے سنبھال کے اور احتیاط سے
ہر آنے والی نسل کے یہ کام آئے گا

ابوالاقبال

بے خبر عقل اگر تھی، مجھے معلوم نہ تھا
یہ جنوں کو بھی خبر تھی، مجھے معلوم نہ تھا

دل سے بے ساختہ اِک آہ تو نِکلی تھی ضرور
اس قدر زود اثر تھی، مجھے معلوم نہ تھا

کھو گئی راہِ سفر میں ہی نہ جانے کیسے
زِیست بے رختِ سفر تھی، مجھے معلوم نہ تھا

اَے شبِ ہجر مِرا گھر تو نہ سُونا تھا کبھی
تُو بھی اس گھر میں اگر تھی، مجھے معلوم نہ تھا

چھُپ کے سینہ میں یہ دل خُوں تو ہُوا تھا لیکن
آنکھ اسی خُون سے تر تھی، مجھے معلوم نہ تھا

مَوت سے مَیں نے کئی بار تھی، بازی جیتی
پَر یہ بازی مِرے سَر تھی، مجھے معلوم نہ تھا

آپ کی نظریں سرِ بزم جُھکا دِیں جس نے
میری گستاخ نظر تھی، مجھے معلوم نہ تھا

مَیں یہ ڈرتا تھا پسِ مَرگ نہ جانے کیا ہو
اپنی گُم گشتہ سحر تھی، مجھے معلوم نہ تھا

مُجھ میں اور میرے خدا میں تو کوئی رُوک نہ تھی
کوئی دِیوار اگر تھی، مجھے معلوم نہ تھا

مَیں تو آوارگیٔ شوق میں آ نکلا اِدھر
یہ تری راہگذر تھی، مجھے معلوم نہ تھا

دے گئی دل کو سرِ بزم پیام اُنکی نظر
وہ نظر ایسی نڈر تھی، مجھے معلوم نہ تھا

مَیں سمجھتا تھا کہ فردا بھی ہے ناہیدؔ مِرا
زندگی تا بسحر تھی، مجھے معلوم نہ تھا

عبدالمنان ناہیدؔ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سود نیئر کراچی ۹۰-۱۹۸۹ء

حضرت امام جماعت احمدیہ الاوّل کا توکّل کا اعلیٰ مقام

حضور کو جو توکل کا اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ اس کی بیسیوں مثالیں حضور کی زندگی میں ہمیں ملتی ہیں لیکن بطور نمونہ چار مثالیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

۱- جب آپ ریاست جموں میں مہاراجہ کے شاہی طبیب تھے تو آپ معقول تنخواہ کے علاوہ سال میں متعدد دفعہ بیش بہا انعام و اکرام سے بھی نوازے جاتے تھے۔ مگر آپ یہ ساری رقم طلباء، بیوگان، یتامیٰ اور دیگر ضرورت مندوں پر خرچ کر دیتے تھے اور توکلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ جموں میں حاکم نامی ایک پنساری تھا جو ہمیشہ آپ کو نصیحت کیا کرتا تھا کہ آپ ہر ماہ کم از کم ایک سو روپیہ پس انداز کر لیا کریں۔ کیونکہ یہاں پر بعض اوقات اچانک مشکلات پیش آجایا کرتی ہیں مگر آپ ہمیشہ اسے یہی فرمایا کرتے تھے کہ ایسے خیالات کالانا اللہ تعالیٰ پر بدظنی ہے، ہم پر اگر اللہ نے چاہا تو کبھی مشکلات نہیں آئیں گی۔ جس روز آپ کو ملازمت سے علیحدگی کا نوٹس ملا وہ ہندو پنساری آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا مولوی صاحب! شائد آج آپ کو میری نصیحت یاد آگئی ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری نصیحت کو میں جیسا پہلے حقارت سے دیکھتا تھا آج بھی ویسا ہی حقارت سے دیکھتا ہوں۔ ابھی وہ آپ سے باتیں ہی کر رہا تھا کہ خزانہ سے چار سو اسی روپیہ کی رقم آپ کی خدمت میں اس چٹھی کے ہمراہ پہنچائی گئی کہ یہ آپ کی ان دنوں کی تنخواہ ہے جو اس ماہ میں گذر چکے ہیں۔ اس پنساری نے افسروں کو گالی دے کر کہا کہ

"کیا نور دین تم پر نالش تھوڑا ہی کرنے لگا تھا۔"

ابھی وہ اپنے غصہ کو فرو نہ کرنے پایا تھا کہ ایک رانی صاحبہ نے آپ کے پاس اپنی جیب خرچ کا بہت سا روپیہ بھجوایا اور معذرت بھی کی کہ اس وقت ہمارے پاس اس سے زیادہ روپیہ نہیں تھا ورنہ ہم اور بھی بھجواتے اس روپیہ کو دیکھ کر تو اس پنساری کا غصہ اور بھی بڑھ گیا۔ آپ اس وقت ایک لاکھ پچانوے ہزار روپیہ کے مقروض بھی تھے۔ اور اُسے اس قرض کا علم تھا۔ اس قرض کی طرف اشارہ کر کے وہ کہنے لگا کہ بھلا یہ تو ہوا جن کا آپ نے ایک لاکھ پچانوے ہزار قرض دینا ہے وہ اپنا اطمینان کئے بغیر آپ کو کیسے جانے دیں گے ابھی اس نے یہ بات ختم ہی کی تھی کہ قارض کا ایک آدمی آیا اور بڑے ادب سے ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ میرے پاس ابھی تار آیا ہے اور میرے آقا نے فرمایا ہے کہ

"مولوی صاحب کو تو جانا ہے ان کے پاس روپیہ نہ ہوگا۔ تم ان کا سب سامان گھر جانے کا کر دو اور جس قدر روپیہ کی ان کو ضرورت ہو دے دو اور اسباب کو وہ ساتھ نہ لے جاسکیں تو تم اپنے اطمینان سے بحفاظت پہنچوا دو۔"

آپ نے فرمایا،

مجھ کو روپیہ کی ضرورت نہیں۔ خزانہ سے بھی روپیہ آگیا ہے اور ایک رانی نے بھی بھیج دیا ہے۔ میرے پاس کافی سے زیادہ روپیہ ہے۔ اور اسباب میں اپنے ساتھ ہی لے جاؤں گا۔"

اس پر وہ ہندو پنساری کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ پرمیشر کے ہاں بھی کچھ لحاظ داری ہی ہوتی ہے۔ ہم لوگ صبح سے لے کر شام تک کیسے کیسے دکھ اٹھاتے ہیں تب کہیں بڑی دقت سے روپیہ کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے بھلا اور تو ہوا اس احمق کو دیکھو اپنے روپیہ کا مطالبہ تو نہ کیا اور دینے کو تیار ہو گیا۔

آپ فرماتے ہیں میں نے کہا اللہ تعالیٰ دلوں کو جانتا ہے ہم اس کا روپیہ اللہ نے چاہا تو جلد ہی ادا کر دیں گے تم ان بھیدوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔

(مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۶۸)

۲- اس قرض کی ادائیگی کے لئے اللہ تعالیٰ نے غیب سے جو سامان پیدا فرمائے اس کا تذکرہ کرنا موجب دلچسپی بھی ہوگا۔ اور اس سے حضور کے اعلیٰ مقام توکل کا اظہار بھی ملک غلام فرید صاحب ایم اے کی روائت ہے کہ ملک غلام محمد صاحب قصوری نے فرمایا کہ:

"حضرت مولوی صاحب جب سیاسی حالات کے ماتحت مہاراجہ جموں و کشمیر کی ملازمت سے الگ کئے گئے تو بعد میں حالات کے سدھر جانے پر مہاراجہ کو خیال آیا کہ مولوی صاحب ایک بہت بڑے حاذق طبیب تھے۔ ان کو ملازمت سے علیحدہ کرنے میں ہم سے ظلم اور ناانصافی ہوئی ہے۔ انہیں واپس لانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ آپ سے جب عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اب میں ایسی جگہ پہنچ چکا ہوں کہ اگر مجھے ساری دنیا کی حکومت بھی مل جائے تو میں اس جگہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ چونکہ مہاراجہ کو اس ناانصافی کا شدت سے احساس تھا۔ اس لئے انہوں نے اس کا ازالہ کرنے کی یہ تجویز کی کہ اب کی مرتبہ جنگلات کا ٹھیکہ صرف اسی شخص کو دیا جائے جو منافع کا نصف حصہ حضرت مولوی صاحب کو ادا کرے۔ چنانچہ اسی شرط کے ساتھ ٹینڈر طلب کئے گئے۔ جس شخص کو ٹھیکہ ملا اس نے جب سال کے بعد اپنے منافع کا حساب کیا تو خدا تعالیٰ کی حکمت کہ اسے ٹھیک تین لاکھ نوے ہزار روپیہ منافع ہؤا۔ جس کا نصف ایک لاکھ پچانوے ہزار بنتا تھا۔ اور اسی قدر حضور کے ذمہ قرض تھا۔ چنانچہ جب یہ روپیہ حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضور نے فرمایا۔ یہ روپیہ ریاست میں واپس لے جا کر فلاں سیٹھ صاحب کو دے دیا جائے۔ ہم نے اس کا قرض دینا ہے۔ دوسرے سال مہاراجہ نے پھر اسی شرط پر ٹھیکہ دیا لیکن اس سال جب منافع کا نصف روپیہ حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضور نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ نہ اس کام میں میرا سرمایہ لگا نہ میں نے محنت کی۔ میں اس کا منافع لوں تو کیوں لوں؟ ٹھیکہ دار نے کہا جناب مجھے تو یہ ٹھیکہ ملا ہی اس شرط پر تھا۔ آپ ضرور اپنا حصہ لے لیں۔ ورنہ آئندہ مجھے ٹھیکہ نہیں ملے گا۔ حضور نے فرمایا۔ اب خواہ کچھ ہی ہو میں یہ روپیہ نہیں لوں گا۔ اس نے کہا پھر پچھلے سال کیوں لیا تھا؟ فرمایا وہ تو میرے رب نے اپنے وعدے کے مطابق میرا قرض اتارنا تھا جب وہ اُتر گیا تو اب میں کیوں لوں اس پر وہ ٹھیکہ دار واپس چلا گیا۔"

(حیات نور دین صفحہ ۱۸۴)

۳- حضرت امام جماعت الاول خود فرماتے ہیں۔

"یہ بھی ایک شرک ہے کہ آدمی ڈپلومے یا سند پر بھروسہ کرے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے جو افسر مدارس تھا اور میں پنڈ دادنخان میں مدرس تھا۔ مجھ سے کسی بات پر کہا کہ آپ کو ڈپلومے کا گھمنڈ ہے۔ میں نے اپنے آدمی سے کہا ڈپلومہ لاؤ۔ جس کو یہ خدا سمجھے ہوئے ہے وہ ہمارے پاس بھی ایک ہے۔ منگوا کر اسی وقت ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ وہ آدمی بڑا حیران ہؤا مجھ سے کہا۔ آپ کو کوئی جوش ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کیا کوئی رنج ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے اس کو باعث غرور و تکبر موجب روزی سمجھا ہے۔ میں نے اس کو پارہ کر کے دکھایا ہے کہ میرا ان چیزوں پر (سب تعریف اللہ کے لئے ہے) بھروسہ نہیں۔"

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین صفحہ ۱۸۶)

۴- پھر حضور فرماتے ہیں۔

میرا ایک بھتیجا تھا۔ اس کا نام شہسوار تھا۔ میں اس کو ہمراہ لے کر جموں کے ارادہ سے گھر سے نکلا۔ میرے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ بیوی سے کچھ روپیہ قرض لے لوں۔ لیکن طبیعت نے مضائقہ کیا اور ویسے ہی چل دیا۔ ہم دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ شہر سے باہر ایک آدمی نے مجھے ایک روپیہ اور کچھ پتاشے دیئے۔ ایک اور آدمی نے ایک اٹھنی دی۔ تین چار کوس چل کر سڑک کے کنارے آوان نام ایک گاؤں کے قریب پہنچے۔ تو لڑکے نے مجھ سے کہا کہ پتاشے ہمارے پاس ہیں۔ گرمی ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں یہاں کنوئیں پر جا کر شربت پی لوں۔ چنانچہ وہ لڑکا تھوڑی دور جا کر پھر واپس ہؤا۔ اور مجھ سے کہا کہ آپ بھی آجائیں۔ ہم دونوں اس گاؤں میں پہنچے۔ لڑکے نے لوٹا کھولنا چاہا لیکن کنوئیں والے نے کہا کہ ذرا آپ ٹھہر جائیں۔ خیر ہم بیٹھ گئے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ ٹھہرانے کی کیا وجہ ہے۔ اس نے کہا کہ گاؤں کے نمبردار نے دور سے آپ کو دیکھا تھا وہ دودھ لینے کے واسطے گیا ہے۔ تھوڑے ہی وقفہ میں نمبردار آیا اور اس نے ایک روپیہ مجھ کو نذر دیا۔ اس کا بیٹا میرے پاس علاج کے واسطے آیا تھا۔ اور اچھا ہو گیا تھا۔ خیر ہم نے دودھ پیا۔ جب اٹھنے لگے تو اس نمبردار نے کہا آپ ذرا ٹھہر جائیں۔ غرض تھوڑی دیر میں وہاں کی مسجد کا ملا آیا۔ اور اس نے ایک روپیہ دیا۔ چونکہ وہ غریب حالت میں تھا۔ میں نے اس سے روپیہ لینا پسند نہ کیا۔ اس عرصہ میں گاؤں کے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ جب میں نے روپیہ واپس کرنا چاہا تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ یہ روپیہ تو ضرور لیں آپ واپس ہرگز نہ کریں۔ میں نے سبب پوچھا تو کہا کہ یہ شخص بہت دنوں سے بیمار تھا اور اس نے آپ سے بذریعہ ڈاک جموں سے دوائی منگوائی تھی۔ یہ اس کے استعمال سے اچھا ہو گیا۔ ہم سب کہتے ہیں کہ تو نے دوا مفت منگوائی اور کوئی شکریہ بھی ادا نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ اگر نور دین یہاں ہمارے گاؤں میں آئے تو روپیہ دے دوں گا۔ یہ کبھی روپیہ دینے والا نہیں۔ آج اتفاق سے ہی یہ قابو چڑھا ہے اب آپ اس سے روپیہ لے ہی لیں۔ عجیب بات ہے کہ میں اس سے پیشتر کبھی اس گاؤں میں نہیں گیا تھا۔ (حالانکہ ہمارے شہر سے صرف ساڑھے چار میل کے فاصلہ پر ہوگا) اور نہ اس کے بعد کبھی وہاں جانے کا اتفاق ہؤا۔ اب میرے پاس ساڑھے تین روپیہ ہو گئے، غرض ہم ریل کے کنارے پر پہنچے۔ سٹیشن پر پہنچ کر میرے دل میں خیال آیا کہ اس لڑکے

باقی صفحہ ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فارسی منظوم کلام

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

ہمہ خَلق و جہاں خواہد برائے نفسِ خود عزت
خلافِ من کہ می خواہم براہِ یار ذلت را

یعنی سب لوگ، اور سارا جہان اپنے لئے عزت چاہتا ہے برخلاف اس کے میں یار کی راہ میں ذلت مانگتا ہوں۔

ہمہ در دَورِ ایں عالم امان و عافیت خواہند
چہ افتاد ایں سرِ مارا کہ می خواہد مصیبت را

یعنی سب لوگ اس زمانہ میں امن و عافیت کے خواستگار ہیں۔ میرے سر کو کیا ہوا کہ وہ مصیبت کا خواہش مند ہے۔

مَرا ہر جا کہ می بینم رُخِ جاناں نظر آید
درخشند در خور و در ماہ بنماید ملاحت را

مجھے تو جدھر دیکھتا ہوں رخِ جاناں ہی نظر آتا ہے۔ سورج میں بھی وہی چمکتا ہے اور چاند میں بھی وہی ملاحت دکھاتا ہے۔

ان تین اشعار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب کسی شخص کو کسی سے محبت ہو تو وہ اسی کو ہر جگہ دیکھتا ہے۔ اور اسی کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔

اس میں حضور اقدس اللہ تعالیٰ کا ذکر فرماتے ہیں کہ مجھے تو ہر جگہ اسی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ سورج میں جو روشنی ہے وہ بھی اسی سے ہے اور چاند میں جو ٹھنڈی چمک ہے وہ بھی اسی کا جلوہ ہے۔ اور جب ہر جگہ مجھے وہی نظر آتا ہے۔ تو میں اس بات کی کیوں پرواہ کروں کہ مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے یا کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دنیا اپنے امن و امان کے لئے بہت کچھ کرتی ہے۔ دنیا چاہتی ہے کہ اپنے لئے عزت حاصل کرے۔ لیکن میری تمنا تو یہ ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں ذلت اٹھاؤں کیونکہ اس کی راہ میں ذلت اٹھانا ہی حقیقی عزت ہے۔ جو لوگ خدا کو نہیں پہچانتے وہی خدا والوں کی ذلت چاہتے ہیں اور ان کا اس طرح ذلت چاہنا دراصل خدا والوں کی عزت کا باعث ہوتا ہے۔

اس طرح جہاں تک امن و امان اور عافیت کا تعلق ہے وہ بھی جب کوئی شخص اپنے یار کو پہچان لے اس کے دل سے امن و امان کی کیفیت محو ہو جاتی ہے۔ اور وہ یہی چاہتا ہے کہ اگر اپنے دوست کے لئے اسے کوئی مصیبت اٹھانی پڑے تو وہ خوشی سے اٹھانے کے لئے تیار ہو گا۔ غرضیکہ ان تین اشعار میں یہ دو باتیں نہایت واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ خدا تعالیٰ ہی کے جلوے ساری دنیا میں نظر آتے ہیں اور دوسرے یہ کہ جس شخص کو یہ جلوے نظر آنے لگیں پھر وہ عزت اور امن و امان کی پرواہ نہیں کرتا۔ ہر حالت میں خوشی سے گذرتا ہے۔ اور وہ چاہتا یہ ہے کہ اس کا دوست "اس کا یارِ جانی (اس جگہ اللہ تعالیٰ) اس سے خوش رہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"جو لوگ اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے یہ معنی نہیں کہ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب سے کام لینا اور اس کے عطا کردہ قویٰ کو کام میں لگانا پھر نتیجہ کے لئے خدا تعالیٰ پر سپرد کرنا۔ یہی حقیقی راہ ہے اور خدا تعالیٰ کی قدر ہے۔ جو لوگ خداداد قویٰ سے کام نہیں لیتے اور صرف منہ سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور خدا کی قدر نہیں کرتے بلکہ خدا تعالیٰ کو آزماتے ہیں۔"

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب

اولاد کا بھی اکرام کرو

ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں۔

دین حق نے جہاں والدین کا حق اولاد پر تسلیم کیا ہے اور اولاد کو ماں باپ کی عزت اور خدمت کی انتہائی تاکید فرمائی ہے وہاں والدین کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ بھی اپنی اولاد کا واجبی اکرام کریں اور ان کے ساتھ ایسا رویہ رکھیں جس سے ان کے اندر وقار اور عزتِ نفس کا جذبہ پیدا ہو۔ اور پھر ان کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی خاص توجہ دیں تاکہ وہ بڑے ہو کر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بہترین صورت میں ادا کر سکیں اور ترقی کا موجب ہوں۔

حق یہ ہے کہ کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ بلکہ کوئی قوم تنزل سے بچ نہیں سکتی۔ جب تک کہ اس کے افراد اپنی اولاد کو اپنے سے بہتر حالت میں چھوڑ کر نہ جائیں۔ اگر ہر باپ اس بات کا اہتمام کرے کہ وہ اپنی اولاد کو علم و عمل دونوں میں اپنے سے بہتر حالت میں چھوڑ کر جائے گا تو یقیناً قوم کا ہر اگلا قدم ہر پچھلے قدم سے اونچا اٹھے گا۔ اور ایسی قوم خدا کے فضل سے تنزل کے خطرات سے محفوظ رہے گی۔ مگر افسوس ہے کہ اکثر والدین اس زریں اصول کو مدنظر نہیں رکھتے۔ جس کی وجہ سے کئی بچے ماں باپ سے بہتر ہونا تو درکنار ایسی حالت میں پرورش پاتے ہیں کہ گویا ایک زندہ انسان کے گھر میں مُردہ بچہ پیدا ہو گیا ہے۔ ایسے ماں باپ بچوں کے کھانے پینے اور لباس وغیرہ کا تو خیال رکھتے ہیں اور کسی حد تک ان کی تعلیم کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کی اقتصادی ترقی کا ذریعہ بنتی ہے۔ مگر ان کی تربیت کی طرف سے عموماً ایسی غفلت برتتے ہیں کہ گویا یہ کوئی قابل توجہ چیز ہی نہیں حالانکہ تربیت کا سوال تعلیم کی نسبت بہت زیادہ ضروری اور تربیت کا مقام تعلیم کی نسبت بہت زیادہ بلند ہے۔ ایک کم تعلیم یافتہ مگر اچھے اخلاق کا انسان جس میں محنت اور صداقت اور دیانت اور قربانی اور خوش خلقی کے اوصاف پائے جائیں اس اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان سے یقیناً بہتر ہے جس کے سر پر گدھے کی طرح علم کا بوجھ تو لدا ہوا ہے مگر وہ اعلیٰ اخلاق سے عاری ہے اور قرآن شریف نے جو (اپنی اولاد کو قتل نہ کرو) کے الفاظ فرمائے ہیں۔ ان میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر تم اپنے بچوں کی عمدہ تربیت اور اچھی تعلیم کا خیال نہیں رکھو گے تو تم گویا انہیں قتل کرنے والے ٹھہرو گے۔

باقی رہا اس حدیث کا دوسرا حصہ یعنی اولاد کا اکرام کرنا۔ سو یہ بات وہ ہے جس میں دین حق کے سوا کسی دوسری شریعت نے توجہ ہی نہیں دی کیونکہ دنیا کے کسی اور مذہب نے اس نکتہ کو نہیں سمجھا کہ اولاد کے واجبی اکرام کے بغیر بچوں کے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا نہیں کئے جا سکتے۔ بعض نادان والدین بچوں کی محبت کے باوجود ان کے ساتھ بظاہر ایسا پست اور عامیانہ سلوک کرتے اور گالی گلوچ سے کام لیتے ہیں کہ ان کے اندر وقار اور خودداری اور عزتِ نفس کا جذبہ ٹھٹھر کر ختم ہو جاتا ہے۔

یہ تعلیم درحقیقت سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے کہ اپنی اولاد کے ساتھ بھی واجبی اکرام سے پیش آنا چاہئے۔ تا ان کے اندر باوقار انداز اور اعلیٰ اخلاق پیدا ہو سکیں۔ کاش ہم لوگ اس حکیمانہ تعلیم کی قدر پہچانیں۔

مکرمہ سعیدہ احسن صاحبہ - ربوہ کہتی ہیں:

بانی سلسلہ احمدیہ (اللہ تعالیٰ کی آپ پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں) کی تحریرات میں گاہے گاہے آپ نے بھی یہ ارشاد پڑھا ہو گا کہ "آپ لوگ دین العجائز اختیار کریں"۔ مجھ پر اس کا مفہوم واضح نہ تھا۔ ایک دن چچا جان (محمد افضل قریشی) سے پوچھا فرمایا عجائز "عجوز" کی جمع ہے اور اس کے معنے ہیں بوڑھی عورت۔ یعنی جس طرح بوڑھی عورتیں دینی احکامات کی ادائیگی کے لئے آسانی اور سہولت کو اپناتی ہیں تم بھی تمام دینی ارکان کی ادائیگی کے لئے آسان اور سہل راستے اختیار کیا کرو۔ خواہ مخواہ مشکلات میں نہ پڑو (آسانی پیدا کرو اور تنگی نہ پیدا کرو) کا ارشاد بھی یہی بتاتا ہے اور پھر رمضان المبارک کے ایام میں درس قرآن کے موقع پر ایک مولوی صاحب نے اس ارشاد (دین العجائز اختیار کریں) کی اس طرح وضاحت کی کہ جس طرح بوڑھی عورتیں اپنے عقائد پر مضبوطی سے قائم ہوتی ہیں اور انہیں ان کے مسلک سے آسانی سے ہٹایا نہیں جا سکتا تم بھی احکام دین پر خوب مضبوطی سے قائم رہو اور اس راہ میں ذرہ بھر لغزش نہ ہونے پائے (میرے نزدیک دونوں وضاحتیں ہی درست ہیں)

اور ہم سب کو
"علم حاصل کرو۔ بچپن سے لے کر قبر میں جانے تک"
کے سنہری ارشاد کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت میر محمد اسحاق صاحب

ثبوت ملائکہ

دنیا میں بہت سی چیزیں اپنے اثرات سے اور نتائج سے اپنے ہونے کا ثبوت دیتی ہیں۔ دیکھو سنکھیا ایک خوفناک زہر اور سم قاتل ہے مگر اس کا خطرناک یا مہلک ہونا اس کے دیکھنے سے معلوم نہیں ہوتا اور نہ اس کی شکل اس کے سم قاتل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ بلکہ جس نے پہلے کبھی سنکھیا نہ دیکھا ہو۔ وہ اسے دیکھ کر کبھی یہ خیال نہ کرے گا کہ یہ کوئی مہلک چیز ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک معمولی بے ضرر چیز سمجھ کر یا کسی اور چیز کے دھوکہ میں اسے استعمال کرلے اور ہلاک ہو جاوے غرض سنکھیا کا خطرناک اور زہر قاتل ہونا اسکی شکل یا اس کے دیکھنے سے معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کے اثرات اور اس کے استعمال کے نتائج اس کے خوفناک ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی فرشتوں کے وجود کی پانچویں دلیل فرشتوں کے اثرات اور ان کے اعمال کے نتائج کو پیش کرتے ہیں۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے ظلم سے تنگ آکر مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لے گئے اور صحابہ کو بھی ہجرت کا حکم دیا۔ مگر وہاں جاکر بھی کفار ناہنجار نے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور دھوم دھام سے ایک لشکر جرار لے کر بدر کے مقام پر مسلمانوں کی بیخ کنی کے لئے چڑھ آئے مگر مسلمان نہایت کمزور تھے۔ نہ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ نہ وہ جنگجو سپاہی تھے۔ نہ ان میں زبردست عصبیت تھی نہ ان کے پاس ہتھیار اور اعلیٰ سامان تھے وہ چاہتے کہ کسی طرح لڑائی کی نوبت ہی نہ آوے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے (۔) یعنی بہت سے مومن جنگ بدر میں کافروں سے لڑنے سے ہچکچاتے تھے۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ اس جنگ کا کیا نتیجہ ہوا اور کفار ناہنجار نے کیسی فاش شکست کھائی اور اسلامی جماعت نے کیسی نمایاں فتح حاصل کی اور کفار کا تمام زور و غرور کس طرح توڑا گیا۔ کیا یہ مسلمانوں کی اپنی طاقت کا نتیجہ تھا؟ ہرگز نہیں یا کیا مسلمانوں کے اعلیٰ سامان اس کا موجب تھے؟ ہرگز نہیں پھر کیا وجہ کہ مسلمان کمزور غریب، بے ہتھیار۔ بے سامان ہو کر کفار پر غالب آئے۔ اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ کوئی کام بغیر وجہ اور علت کے نہیں ہوتا۔ اس جنگ میں فتح پانا۔ نہ تو مسلمانوں کی کثرت نہ ہمت نہ عصبیت اور نہ سامان کی وجہ سے تھا۔ بلکہ اس کی حقیقی وجہ خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بایں الفاظ میں فرماتا ہے۔ (۔) یعنی اے مسلمانو! تم جنگ بدر کو یاد کرو۔ جب تم نہایت کمزور اور ضعیف تھے۔ جب تمہیں رسول کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت دی کہ تین ہزار فرشتے تمہاری مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجے اور انہوں نے تمہارے دل کو مضبوط کیا اور کافروں کے دل میں تمہارا رعب ڈالا اور یہ فتح تمہارے زور یا طاقت کا نتیجہ نہیں بلکہ الٰہی مدد ہے جو فرشتوں کے ذریعہ تمہارے شامل حال ہوئی۔ پھر جنگ بدر کے بعد ایک ایسا موقعہ آیا۔ کہ دس ہزار کافروں کا لشکر بڑے کروفر سے مدینہ پر چڑھ آیا۔ اور آیا بھی اس نیت سے کہ مسلمانوں کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیں گے اور صفحہ ہستی پر اسلامی جماعت کا نام ونشان بھی نہ رہے گا۔ دوسری طرف مسلمان تعداد میں بھی تھوڑے تھے اور سامان بھی ان کے پاس نہ تھا باہر نکل کر مقابلہ بھی نہیں کر سکتے تھے مجبوراً ایک خندق کھود کر شہر کے اندر محصور ہو گئے۔ باہر کا دس ہزار کا لشکر پڑا ہے۔ اندر سے ایک اور گل کھلتا ہے۔ وہ یہ کہ شہر میں جو یہودیوں کا قبیلہ رہتا تھا۔ وہ باغی ہو گیا۔ اب مسلمانوں کی مصیبت کا اندازہ آپ اپنے دل میں لگائیے کہ ان بیچاروں کی کیا حالت ہو گی۔ باہر دس ہزار درندے کھڑے ہیں۔ اندر مار آستین کا خطرہ ہے۔ نہ اس وقت مسلمانوں کی اس قدر تعداد ہے کہ فتح کا خیال کریں نہ سامان میں کوئی عمدگی ہے کہ شکست سے امن میں ہوں۔ نہ شہر کے لوگوں پر بھروسہ ہے کہ ایک طرف توجہ کر کے صرف باہر والوں کا مقابلہ کریں۔ اگر باہر والوں کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ تو یہودیوں سے خطرہ ہے کہ ابھی مال اسباب لوٹ کر اور ہمارے بیوی بچوں کو قید کر کے قلعہ بند ہو جاوینگے اور اگر یہودیوں کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ تو خطرہ ہے کہ وہ لشکر جرار سیلاب کی صورت میں ابھی شہر کو ڈبو دے گا۔

غرض نہ باہر جا سکتے ہیں۔ نہ اندر ٹھہر سکتے ہیں۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مصیبت کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچتا ہے۔

یعنی وہ وقت یاد کرو۔ جب تم پر دشمن باہر سے چڑھ آیا۔ اور اندر سے بھی دشمن نے سر نکالا۔ تمہاری آنکھیں کج ہو گئیں۔ تمہارے دل دھڑکتے ہوئے گلے تک آ گئے۔ تم اللہ تعالیٰ کے متعلق بڑے بڑے گمان کرنے لگے۔ اس وقت مومنوں کی جماعت پر بڑا ابتلا آیا۔ اور ایک خطرناک زلزلہ ان پر آیا۔

لیکن اس لڑائی کا کیا نتیجہ نکلا۔ کیا زبردست دشمن اندر گھس آیا۔ کیا یہودی بغاوت کامیاب ہو گئی۔ کیا مسلمانوں کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ کیا اسلامی جماعت مغلوب ہو گئی۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر کیا ہوا۔ یہی کہ باہر کا لشکر بھاگ گیا۔ دس ہزار آدمی بے سروسامان حیران پریشان ہو کر مغلوب ہو گئے۔ شہر کی بغاوت مٹا دی گئی۔ قلعہ بند یہودی پکڑ کر بغاوت کے جرم میں ہلاک کر دئے گئے۔

کیا یہ نتیجہ ایک مادی آدمی کی آنکھوں کو خیرہ کرنے والا نہیں؟ کیا اسباب اور علل پر ہی سارا انحصار سمجھنے والے اس نتیجہ سے حیران نہیں؟ ہیں اور ضرور ہیں اور معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرنے والا انسان ہم سے سوال کرتا ہے کہ اس جنگ میں خلاف توقع اور خارق عادت طور پر مسلمانوں کی فتح کے کیا اسباب ہیں۔ اس کے جواب میں ہم وہی وجہ پیش کرتے ہیں۔ جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یعنی اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا وہ احسان یاد کرو۔ جب کہ تم پر بڑے بڑے لشکر چڑھ آئے تھے۔ اور تم ان کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے تھے اور دنیوی اسباب تمہاری مدد کے لئے تیار نہیں تھے۔ اس وقت۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ذریعہ تمہاری مدد کی۔ جس نے کافروں کے خیمے اڑا دئے اور فرشتوں کے ذریعہ تمہاری نصرت کی۔ جنہوں نے کفار کو بھگا دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالا۔ اور تمہاری سرزمین سے انہیں نکال دیا۔ دیکھئے یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے خوفناک موقعہ پر تمہاری ہمت نہ تھی کہ کافروں کو بھگا دیتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرما کر فرشتوں کا ایک لشکر بھیجا۔ جو تمہاری مادی آنکھوں سے نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے ان کفار کو تم سے بھگا دیا۔ اور اس طرح پر تم تباہ ہونے سے بچ گئے۔ یہاں پر خدا تعالیٰ نے ایک عجیب اشارہ یہ کیا کہ وہ فرشتے تم کو نظر نہیں آتے تھے۔ اس لئے تم انکار نہ کر بیٹھنا۔ کیونکہ تمہیں فتح دے کر اور کفار کو شکست دے کر انہوں نے اپنے اثرات اور اپنے اعمال کے نتائج سے تم پر ثابت کر دیا کہ وہ وجود رکھتے تھے۔ کیونکہ اگر واقعہ میں ان کا کوئی وجود نہیں تو بتاؤ دس ہزار آدمیوں کو کس نے بھگا دیا۔ کیا خود بخود گئے؟ نہیں کیونکہ وہ تو مرنے مارنے کی نیت سے آئے تھے۔ یا کیا تم نے زور بازو سے بھگا دیا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ تم ڈر کے مارے اندر بیٹھے تھے۔ پھر وہ جو بھاگ گئے تو کوئی نہ کوئی سبب اور موجب ماننا پڑے گا۔ سو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس فتح کا سبب اور موجب فرشتوں کو ٹھہرایا ہے۔

پھر اس کے بعد جب جنگ حنین کا موقعہ آیا اور عجب کی سزا میں صحابہ میں کھلبلی مچ گئی اور مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف ۱۲ آدمی رہ گئے اور کفار نے پورا غلبہ پا لیا۔ اس وقت اچانک لڑائی کا رنگ فوراً بدل گیا اور چھوٹے بڑے ہو گئے اور بڑے چھوٹے ہو گئے۔ فتح کرنے والے مفتوح اور مغلوب غالب ہو گئے۔ صحابہ کے پیر جمنے لگے اور کافروں کے پیر اکھڑنے شروع ہو گئے۔ اور بھاگنے والے مسلمانوں نے بھگانے والے کافروں کو چشم زدن میں بھگا دیا اور سینکڑوں آدمی قید کئے اور تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

اس کی کیا وجہ ہے اور کیا سبب ہے کہ جنگ کا رنگ ایک لمحہ میں بدل گیا

باقی صـ ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ممتاز حسین صدر شعبہ اردو (۱۹۶۴ء) زرعی یونیورسٹی لائلپور (فیصل آباد)

اردو میں سائنس کی تدریس

(تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی پہلی اردو کانفرنس (۱۹۶۴ء) میں یہ مقالہ پڑھا گیا)

حقیقت تو یہ ہے کہ اردو میں سائنسی تدریس کے امکانات اس قدر روشن ہیں کہ اس پر کسی مقالہ کی ضرورت نہیں۔ یہ احساس کمتری آخر کیوں ہے کہ ہماری زبان علمی طور پر اس قدر پس ماندہ ہے کہ اس کے ذریعہ سائنس یا ادب کی تدریس ممکن نہیں۔ زبانیں کم مایہ نہیں ہوتیں بلکہ ان زبانوں کے بولنے اور لکھنے والے علمی اور ذہنی طور پر کم مایہ ہوتے ہیں۔ جب انہیں علوم و فنون میں پوری دسترس حاصل ہو جاتی ہے تو ان کے اظہار خیال میں خود بخود وسعتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اردو مغربی پاکستان کے ہر گوشے میں سمجھی جاتی ہے۔ پاکستان بھر میں کوئی اور زبان ایسی نہیں جو ہماری قومی زبان بننے کی اردو سے زیادہ صلاحیت رکھتی ہو۔ ادبی اور سائنسی مضامین کی تعلیم کا ذریعہ بننے کی بھی اس میں پوری صلاحیت ہے۔ مدرسین اس میں آسانی سے اپنا مطلب واضح کر سکتے ہیں اور درس پانے والے اس زبان کے مقابلہ میں بھلا کس زبان کو بہتر سمجھ سکتے ہیں مجھے بحیثیت مشیر ترقیات پاکستان کے مشرقی اور مغربی حصوں میں کاشتکاروں مزدوروں اور تاجروں کو خطاب کرنے کا موقع ملا۔ میں نے ہر جگہ اردو میں تقاریر کیں اور سامعین نے مجھے پوری طرح سمجھا۔ مغربی پاکستان میں تو یہی ایک زبان ہے جو سارے علاقوں میں کم و بیش بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

اہل علم اصحاب کا فرض ہے کہ اسے ہر طرح مکمل کریں کیونکہ زبان جب تک قومی زندگی کے تمام تقاضوں اور مطالبوں کو پورا نہ کرے قومی زبان کے منصب اعلیٰ کی حقدار نہیں بن سکتی۔ ہمیں اردو کو عہدِ حاضر کی سائنسی ترقی کا ساتھ دینے اور جدید علوم و فنون کے صحیح اظہار کا ذریعہ بنانے کے لئے تیار کرنا ہے۔

قومی نقطۂ نگاہ سے کسی ملک میں تعلیم کے فروغ سے مراد باشندگان ملک کو علوم و فنون سے واقف کرنا اور انہیں ان کے عملی فیوض و برکات سے استفادہ کے قابل بنانا ہے۔ اگر تمام علمی اور سائنسی معلومات ہمارے قومی کتب خانوں اور چند علماء اور ماہرین کے دماغوں میں محفوظ رہیں تو ہمارے ملک کے لئے بیکار ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ علمی، ادبی، صنعتی اور زرعی معلومات ہمارے شہریوں، دیہاتیوں، کاریگروں اور کاشتکاروں تک اس شکل میں پہنچ سکیں کہ وہ ان پر عمل پیرا ہو کر ملکی معیشت اور اقتصادی حیثیت کو بہتر بنانے کے قابل ہو جائیں۔ اس توسیعی کام کیلئے بھی ہمارے پاس آسان ترین ذریعہ اردو زبان ہی ہے۔ سائنسی تدریس کی راہ میں سب سے بڑی مشکل اردو میں تعلیم دینے کے قابل اساتذہ کی کمی اور سائنس کی درسی کتابوں کی کمیابی ہے۔

سائنس کے موجودہ اساتذہ نے ابتدائی تعلیم انگریزی میں حاصل کی اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد انگریزی زبان میں ہی پڑھانے کی مشق کی۔ انگریزوں نے اپنی انتظامیہ اور تاجرانہ مصلحتوں کے پیش نظر نصاب تعلیم کو اس طرح ترتیب دیا کہ سائنسی مضامین میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو اسکول کی نویں جماعت سے ہی اردو عربی فارسی وغیرہ زبانوں سے محروم کر دیا اس لئے ان میں اردو زبان میں سائنسی تدریس تو کیا خیالات کے اظہار کی صلاحیت بھی پیدا نہ ہو سکی۔

تقسیم سے قبل برصغیر ہندو پاکستان میں بھی یہ احساس موجود تھا کہ حکمران قوم نے یہ مخصوص نصاب تعلیم انگریزی زبان میں بالقصد اختیار کیا ہے۔ اس سے نجات حاصل کرنے کی کہیں کہیں کوششیں بھی ہوتی رہیں۔ پاکستان بننے کے بعد یہ احساس شدید تر ہو گیا اور ارباب فکر و نظر نے جہاں نصاب میں تبدیلی ضروری سمجھی وہاں ذریعہ تعلیم کو بدلنا بھی ناگزیر خیال کیا ان کے پیش نظر یہ مقصد تھا کہ مختلف علوم و فنون کو اپنا کر اہلِ ملک کے سامنے پیش کریں تا کہ پاکستانی باشندے ان سے مستفید ہو سکیں۔

اردو زبان کئی زبانوں کا مجموعہ ہے اس میں وسعت اور لچک ہے۔ ایک جائزہ کے مطابق اس میں عربی کے ۴۵ فارسی کے ۴۰ سینسکرت کے ۵۔ انگریزی کے ۵۔ ترکی کے ۲۔ اور یونانی کے ۲ فیصد الفاظ موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اور کئی زبانوں کے الفاظ بھی شامل ہیں۔ اس میں مزید ملکی اور غیر ملکی الفاظ کو سمیٹ لینے کی گنجائش ہے۔ جب سے مغربی پاکستان ایک صوبہ بنا ہے اور وسیع بنجر علاقے زیر کاشت آ گئے ہیں۔ بہت سی علاقائی زبانوں کے الفاظ اردو میں جذب ہو رہے ہیں۔ مشینی کاشت اور صنعتی فروغ سے بہت سے غیر ملکی الفاظ ہماری روزمرہ گفتگو میں اس طرح شامل ہوتے ہیں کہ جزو زبان بن گئے ہیں۔ ہاری مقاطعہ۔ اگیتی۔ پچھیتی۔ فیکٹری۔ فیملی۔ مشین۔ فارم۔ ٹریکٹر۔ ریکارڈ۔ ٹیم۔ فینسی۔ فلم تھرمامیٹر انجن۔ ایکسیلیٹر۔ سوسائٹی۔ فیول پمپ۔ اکوئنٹنٹ۔ ایکٹر۔ بیم۔ اور لیور وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔ اردو ایک علمی زبان ہے اس میں الفاظ اصطلاحات اور اسالیب بیان کا وافر ذخیرہ موجود ہے اور مزید اضافہ کی بہت گنجائش ہے اس لئے اس میں سائنس کے لئے تدریسی زبان بننے کے امکانات بہت روشن ہیں۔

سائنس کو اردو میں پڑھانے کا تجربہ پہلی بار ۱۸۴۲ء میں دہلی کالج میں کیا گیا جو کامیاب ثابت ہوا۔ چنانچہ وہاں کے انگریز پرنسپل سی ایف اینڈ ریوز نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی رپورٹ میں اعتراف کیا کہ سائنس کی تعلیم میں وہ طلباء زیادہ کامیاب ہوتے جن کو اردو میں تعلیم دی گئی تھی۔ منشی ذکاء اللہ صاحب نے جو اس کالج سے فارغ التحصیل ہوئے تھے۔ ۱۵۰ کتابیں لکھیں ہیں جن میں ۷۸ ریاضی کے موضوع پر تھیں۔ دلی کالج اور سائنٹیفک سوسائٹی نے سائنسی کتابوں کے ترجمے شروع کئے اور سائنسی مضامین پر کافی کتابیں لکھیں۔ ایک تحقیق کے مطابق انیسویں صدی کے اواخر تک ۶۱۸ ایسی کتابیں لکھی گئی تھیں۔

۱۹۲۷ء کی ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق اردو میں سائنس۔ جغرافیہ حکمت فلسفہ۔ ریاضی۔ فنونِ لطیفہ اور دیگر مضامین پر ۱۷،۹۹۷ کتابیں اس سال تک لکھی جا چکی تھیں۔ ان کی تالیف میں انگریزی کتابوں سے کافی امداد لی گئی تھی۔ اب ۳۷ برس گزرنے کے بعد تو ان کی تعداد یقیناً بہت زیادہ ہو گئی ہو گی۔

عثمانیہ یونیورسٹی کو اردو زبان کی علمی اور درسی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ اس یونیورسٹی نے بنیادی سائنسوں کے علاوہ انجینئرنگ اقتصادیات۔ طب انگریزی۔ بیطاری۔ طبقات الارض۔ ہندسی مناظر۔ پرورش حیوانات۔ زراعت اور دیگر مضامین میں قابلِ قدر تصنیفات کیں اور ان کو تدریس کا ذریعہ بھی بنایا۔ اس طرح جو سائنسی علوم انگریزی زبان میں محفوظ تھے انہیں اردو میں منتقل کر کے اس قومی زبان کو شعر و شاعری اور افسانہ نویسی کی گلکاریوں سے نکال کر ٹھوس علمی بنیادوں پر کھڑا کر دیا۔

عثمانیہ یونیورسٹی میں زیادہ تر تراجم پر زور دیا گیا تھا لیکن تجربہ سے ثابت ہوا کہ تراجم سے تالیفات بہتر ہیں۔ ترجمہ شدہ کتاب میں ایک ہی مصنف کی معلومات منتقل ہوتی ہیں لیکن تالیف اس مضمون کی ان تمام کتابوں کا نچوڑ ہوتی ہے جن کا مصنف نے اس کتاب کی تیاری میں مطالعہ کیا ہو۔ اس کے علاوہ اس کی شخصیت اور ذاتی تجربات کی جلوہ گری بھی ہوتی ہے ترجمہ کا طریقہ دیر طلب اور خرچ طلب بھی ہے۔ تقسیم ملک سے پہلے کا کام اس لئے قابل ستائش ہے کہ وہ ناسازگار حالات اور سرکاری مخالفت کے باوجود کیا گیا۔ آزادی کے بعد سے مختلف ادارے اس قومی خدمت میں مشغول ہیں۔ ان میں کراچی یونیورسٹی۔ مغربی پاکستان بورڈ۔ انجمن ترقی اردو کراچی۔ مغربی پاکستان اردو اکیڈمی۔ مغربی پاکستان زرعی یونیورسٹی لائلپور۔ اردو اکادمی بہاولپور اور مغربی پاکستان مرکزی اردو بورڈ لاہور قابل ذکر ہیں۔ ان اداروں میں اردو اصطلاح سازی اور سائنسی کتابوں کے تراجم اور تالیف و تصنیف کا کام ہو رہا ہے۔ ہماری گورنمنٹ کی اصابت رائے کی بدولت یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ قومی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے چنانچہ انٹر یونیورسٹی بورڈ نے باتفاق رائے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ۱۹۶۹ء تک اردو ذریعہ تعلیم بنا دی جائے۔ اس ضمن میں حکومت نے یہ احکام صادر کئے ہیں کہ ۱۹۶۷ء تک سرکاری دفاتر میں تمام خط و کتابت اردو میں ہونی چاہیئے۔ یونیورسٹی کو نصابی کتابیں تیار کرنے اور اساتذہ کو اردو میں درس دینے کی مہارت حاصل کرنے کے لئے ۱۹۶۹ء تک کی مہلت دے دی گئی ہے۔

سائنس کے اساتذہ اردو زبان میں تدریس کی صلاحیت پیدا کرنے میں مشغول ہیں اور متذکرہ بالا ادارے ان کی سہولت کے لئے سائنس کے فرہنگِ جدید اور کتابیں اردو میں شائع کر رہے ہیں۔ سائنس دانوں میں اہلِ قلم حضرات اور محققین یونیورسٹی کے مقرر کردہ نصاب کے مطابق کتابیں لکھنے میں مشغول ہیں۔

پنجاب یونیورسٹی نے۔ بی۔ اے اور بی۔ ایس۔ سی کے امتحانات تک انگریزی کے سوا سب مضامین کے سوالات اردو میں دینے کی اجازت دے دی ہے۔ اردو اکیڈمی مغربی پاکستان نے ان طلباء کی سہولت کے لئے اردو کالج اور مرکزی امدادی ادارے بنا دیئے ہیں جو انہیں امتحانوں کی تیاری کے لئے مواد بہم پہنچاتے ہیں۔ مغربی پاکستان کا مرکزی بورڈ مترجمین اور مصنفین کی حوصلہ افزائی کے لئے گرانقدر معاوضہ دے رہا ہے۔ اچھی کتابوں کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مانگ بڑھ رہی ہے اور غیر معیاری کتابوں کو تعلیمی ادارے ترک کر رہے ہیں۔ کراچی یونیورسٹی نے اردو کو مکمل طور سے ذریعہ تعلیم کر دیا ہے اساتذہ اپنے روزانہ درس اردو میں لکھ کر دیتے ہیں اور یہ درس کتابچوں کی شکل میں طلباء میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح دوسری یونیورسٹیاں اس سلسلے میں قابلِ قدر کام کر رہی ہیں۔

مغربی پاکستان کی زرعی یونیورسٹی نے کراچی یونیورسٹی کے طریقہ تالیف کو اختیار کیا ہے اور اب تک ابتدائی تعلیم کے لئے زراعت۔ نباتات۔ باغبانی۔ حشریات۔ پرورش حیوانات کے مضامین پر چھ نصابی کتابیں تیار کی ہیں۔ ان کے علاوہ چھ اور کتابیں سبزیات زراعت۔ تنظیم نوجوانان۔ امداد باہمی۔ میکانکی آلات زراعت اور جنگلات پر زیر تالیف ہیں۔ اس کے علاوہ زرعی یونیورسٹی نے بی۔ ایس۔ سی کے معیار کی کتابوں کی تیاری کے لئے مستند انگریزی کتابوں کے ترجمے اور دیگر نصابی کتابوں کی تصنیف کا کام شروع کرنے کا پروگرام بھی بنایا ہے۔ اس کام کے لئے ہر شعبہ میں سے ایک ایک ماہر مامور کیا گیا ہے جو اپنے دوسرے رفقائے کار کی معاونت سے اس کام کو سرانجام دے گا۔

زرعی یونیورسٹی کا اردو ادارہ تصنیف و تالیف کے کام میں ان مصنفین کی ہر طرح مدد کرے گا اس طرح اساتذہ بتدریج اردو زبان میں سائنسی مضامین کی تشریح کرنے میں مہارت حاصل کر لیں گے۔ مغربی پاکستان کے مختلف ادارے جن میں کراچی یونیورسٹی پیش پیش ہے۔ مختلف ادبی اور سائنسی فرہنگ تیار کر رہے ہیں۔ زرعی یونیورسٹی کے شعبہ تالیف و تصنیف نے زراعت اور متعلقہ سائنسوں کی اصطلاحات کے فرہنگ تیار کرنے شروع کر دئیے ہیں اور اب تک زراعت معاشیات۔ حشریات۔ نباتیات۔ کیمیا طبیعیات حیاتیات۔ تناسلیات۔ بیطاری۔ انجینئرنگ۔ مائیات۔ موسمیات۔ دیہی عمرانیات۔ ارضیات پرورش حیوانات اور تعمیرات کی تقریباً ۴۰۰۰۰ اصطلاحات جمع کر لی ہیں جن میں سے تقریباً ۲۰۰۰۰ اصطلاحات کا ترجمہ انگریزی کے حرف "آئی" تک کیا جا چکا ہے۔ اس ترجمہ پر مغربی پاکستان اردو اکیڈمی اور یونیورسٹی کے ماہرین نظر ثانی کرتے ہیں جسے تصدیق کے بعد لغت کی شکل میں شائع کیا جائے گا۔ اصطلاحات کا ترجمہ کرتے وقت اس بات کا بطور خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ اردو مترادف الفاظ دینے کے ساتھ ساتھ طلباء کے فائدہ کے لئے اصطلاحات کی تشریح بھی کر دی جائے۔ پرانے ترجموں اور دوسرے اداروں کی مطبوعات سے حاصل کردہ اصطلاحات میں زرعی فن کے نقطۂ نگاہ سے حسب ضرورت اضافہ اور تبدیلیاں کی جاتی ہیں۔

نصابی کتابوں کے ترجمے اور تصنیف اور فرہنگوں کی ترتیب میں کراچی یونیورسٹی کے دستور کی پیروی کی جا رہی ہے۔ نصابی ترجموں اور تصانیف میں بین الاقوامی سائنسی اصطلاحات مثلاً کیمیائی عناصر کی علامتوں کیمیائی عناصر اور مرکبات کے ناموں۔ مشہور ادویہ اور ان کے ناموں علم حیاتیات کے لاطینی ناموں۔ علم ریاضی کی علامتوں وغیرہ کو اسی طرح رکھا جاتا ہے نیز بیماریوں۔ بدیشی درختوں۔ جھاڑیوں اور گھاس کے ناموں کو اپنی اصل شکل میں رکھا جاتا ہے۔ کیمیائی عناصر اور مرکبات مثلاً لوہا۔ نیلا تھوتھا۔ گندھک وغیرہ جن کے اردو نام رائج ہیں اردو زبان میں لکھے جاتے ہیں۔ دیگر مرکبات اور ادویہ وغیرہ کے انگریزی نام مثلاً انسولین۔ پنسلین ایکٹینیم۔ ڈوالیہ۔ پنیزی۔ للی وغیرہ برقرار رکھے جاتے ہیں لیکن اردو رسم الخط میں لکھے جاتے ہیں۔ جن انگریزی اصطلاحات کے موزوں متبادل بن چکے ہیں ان کو تصانیف میں اردو ناموں کے ساتھ خطوط وحدانی میں لکھ دیا جاتا ہے تاکہ طلباء اور اساتذہ ان سے پوری طرح مانوس ہو جائیں۔

زراعت اور اس سے متعلق علوم کے فرہنگ عام لغات سے امتیازی شکل کے ہوتے ہیں۔ زراعت نے موجودہ زمانہ میں ایک فن کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ اور اس میں تمام بنیادی سائنسوں کے علاوہ تکنیکی علوم اور ان کی اصطلاحات بھی رواج پا گئی ہیں۔ اس کی زبان کا دامن بتدریج وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ مختلف علوم کے ماہرین اپنی نئی نئی سائنسی تحقیقات اور تجربوں کے دوران کئی ایک نئے الفاظ وضع کر لیتے ہیں جو اس سائنس کی زبان کا جزو بن جاتے ہیں۔ اس لئے اس کا فرہنگ عام لغات سے مختلف ہوتا ہے۔ ایک ہی لفظ اس کی مختلف شاخوں میں مختلف معانی کا اظہار کرتا ہے مثال کے طور پر ماہرین حشریات کیڑوں کے حملہ سے مردہ شگوفوں کے لئے (DEAD HEARTS) کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جس کا مطلب ایک عام زبان دان کے خیال سے کچھ اور ہی ہے۔ اسی طرح (CUT) کے چھوٹے سے لفظ کے معنی قطع۔ کٹائی۔ تراش۔ ضرب چبھتا طعنہ وغیرہ ہیں۔ زرعی زبان میں اس لفظ سے مراد گوشت کا ٹکڑا۔ گھوڑے کا اپنی ٹانگوں کو رگڑنا۔ گلہ یا ریوڑ سے جانور کا علیحدہ کرنا۔ پودے سے کسی حصہ کا علیحدہ کرنا۔ زخم۔ کٹاؤ۔ جراحت۔ اور مالی حصہ وغیرہ ہیں۔ ہم عموماً ان علوم کی اصطلاح سازی پر توجہ دیتے ہیں جن کا تعلق زرعی تعلیم سے ہے۔ دیگر اصطلاحات وضع کرتے ہوئے مروجہ مقامی ناموں اور مطالب کا لحاظ بھی رکھا جاتا ہے مثلاً (BLIGHT) کے معنی ردکھ جون۔ پت روگ۔ اور فصلوں کا یرقان ہیں۔

حضرات۔ اردو زبان کے قومی حیثیت پا جانے سے عوام و خواص اس کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ اس کی حدود اور حیلہ توانائیوں کا اندازہ کیا جا رہا ہے۔ اس کے دامن میں وسعت اور معنوی گہرائیوں کے متعلق سوچ بچار ہو رہا ہے اس کی علمی اور عملی استطاعت پر غور کیا جا رہا ہے اور اس طرح اس قومی زبان کو فی الحقیقت قومی بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اخبارات۔ رسائل صوبائی اور قومی اسمبلیوں۔ ملکی ریڈیو کی نشریات۔ قومی رہنماؤں کی تقاریر اور بڑے بڑے تعلیمی اداروں کے انداز فکر و عمل سب پر اردو کا سحر آفریں اثر نمایاں ہے۔ گھروں میں پنجابی اور دیگر علاقائی زبانیں بولنے والے والدین بھی اپنے نونہالوں سے اس زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ یہ سب علامتیں ہمیں اس زبان کے شاندار مستقبل کی گواہی دیتی ہیں۔

سائنسی تدریس کے لئے اس زبان کو روزبروز زیادہ سے زیادہ موزوں بنایا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ماہرین تعلیم اردو زبان کی تدریسی وسعتوں سے مطمئن نظر آتے ہیں۔

بہرحال اردو میں سائنسی تدریس کے امکانات درخشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جرأت مندانہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ: صہ ۳ سے آگے

کو لاہور دکھا دیں۔ میں نے سٹیشن پر دیکھا کہ لاہور تک کا دو آدمیوں کا تھرڈ کلاس کا کرایہ تین روپیہ ہے۔ ہم نے دو ٹکٹ تھرڈ کلاس کے لئے اور لاہور پہنچ گئے۔ آٹھ آنے ہمارے پاس باقی تھے۔ سٹیشن پر اترے۔ ایک گاڑی بان نے کہا۔ کہ سوار ہو جاؤ۔ ہم نے کہا۔ انار کلی میں شیخ رحیم بخش کی کوٹھی پر اترنا ہے کیا لو گے؟ اس نے کہا کہ ایک روپیہ سے کم نہ لوں گا۔ ہم نے کہا کہ ہمارے پاس تو ایک اٹھنی ہے چاہو تو لے لو۔ اس نے ہنس کر اٹھنی لے لی۔ اور شیخ صاحب کے مکان پر ہم کو پہنچا دیا۔ کچھ دن لاہور رہنے کے بعد جب چلنے لگے تو شیخ صاحب نے اپنی گاڑی میرے لئے منگوا دی اور آہستہ سے میرے کان میں کہا کہ ہمارے نوکر کو آپ انعام نہ دیں۔ سٹیشن پر مجھے یقین تھا کہ میں ابھی کی گاڑی میں جاؤں گا۔ پیسہ تو پاس ایک بھی نہ تھا۔ لیکن یقین ایسا کامل تھا کہ اس میں ذرا بھی تزلزل نہ تھا۔ میرے کھڑے کھڑے ٹکٹ تقسیم ہونے شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے بند ہو گئے۔ ٹرین بھی آ گئی۔ مسافر بھی سوار ہو گئے۔ اندر جانے کا دروازہ بھی بند کیا گیا۔ انجن نے روانگی کی سیٹی دی۔ اس وقت بھی مجھ کو یقین تھا کہ اسی گاڑی پر جاؤں گا۔ جب بالکل گاڑی چلنے ہی کو تھی تو ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نور دین نور دین پکارتا ہوا دور تک چلا گیا۔ اور گاڑی میں کوئی ایسا واقعہ ہوا۔ کہ وہ چل کر پھر رک گئی۔ وہ شخص پھر واپس آیا اور مجھے دیکھ لیا۔ دیکھتے ہی دوڑتا ہوا اسٹیشن کے کمرہ میں گیا۔ وہاں سے تین ٹکٹ لایا۔ ایک اپنا اور دو ہمارے۔ ساتھ ہی ایک سپاہی بھی لایا۔ دروازہ کھلوایا اور ہم تینوں سوار ہوئے۔ ہمارے سوار ہوتے ہی ٹرین چل دی۔ اس نے کہا کہ مجھ کو آپ سے ایک نسخہ لکھوانا ہے۔ میں نے نسخہ لکھ دیا۔ اور پھر ٹکٹوں کو دیکھنے لگا۔ کہ یہ کہاں تک کے ہیں۔ اور کیا کرایہ دیا گیا ہے۔ وہ خود ہی فوراً بولا کہ میں ان ٹکٹوں کے دام ہرگز نہ لوں گا۔ میں بھی خاموش ہو گیا۔ ٹکٹ وہیں تک کے تھے۔ جہاں ہم کو جانا تھا۔ یعنی وزیر آباد۔ وہ تو نسخہ لکھوا کر شاہدرہ اتر گیا۔ ہم وزیر آباد پہنچے۔ میں نے لڑکے سے کہا کہ بیگ لے کر تم شہر میں سے ہوتے ہوئے سیدھے شہر کے دوسری طرف پہنچو۔ پیچھے پیچھے میں بھی آتا ہوں۔ وزیر آباد سے جموں تک ریل نہ تھی۔ راستہ میں ایک شخص ملا۔ اس نے کہا کہ میری ماں بیمار ہے۔ آپ اس کو دیکھ لیں۔ میں نے کہا کہ یہ کوئی علاج کا موقع نہیں۔ مجھ کو جانے کی جلدی ہے۔ اس نے کہا کہ میرا بھائی جو میرے ساتھ ہے یہ آگے اڈے پر جاتا ہے اور یکہ کرایہ کرتا ہے اتنے میں آپ میری ماں کو دیکھ لیں۔ آپ کو اڈے پر پہنچ کر یکہ تیار ملے گا۔ چنانچہ میں نے اس کی ماں دیکھا اور نسخہ لکھا۔ جب میں وہاں سے چلا تو اس شخص نے چلتے چلتے میری جیب میں کچھ روپے ڈال دیئے جن کو میں نے اڈے پر پہنچنے سے پہلے ہی پہلے جیب میں ہاتھ ڈال کر گن لیا۔ معلوم ہوا کہ دس روپیہ ہیں۔ اڈے پر پہنچے تو اس کا بھائی اور یکہ والا آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ یکہ والا کہتا تھا کہ دس روپیہ لوں گا اور وہ کہتا تھا کہ کم۔ میں نے کہا جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں۔ دس روپیہ کرایہ ٹھیک ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

○ پاکستانی دفتر خارجہ کے ترجمان نے کہا ہے کہ وزیر اعظم نے وائرلیس پر افغانستان میں جنگ کرنے والے احمد شاہ مسعود اور حکمت یار سے گفتگو کی۔ خصوصی وائرلیس کے انتظامات کے تحت اس گفتگو میں سعودی شہزادہ ترکی الفیصل نے بھی وزیر اعظم کے ہمراہ بات چیت میں حصہ لیا۔ وزیر اعظم نے پشاور میں جاکر افغان لیڈروں سے بھی مذاکرات کئے۔ افغان مجاہد رہنما برہان الدین ربانی سمیت تمام دیگر رہنما جنگ بندی پر متفق ہو گئے۔ مکمل فائر بندی پر عمل شروع کر دیا گیا۔ وزیر اعظم نے تمام مجاہد رہنماؤں کو اس دانشمندانہ فیصلے پر مبارکباد دی۔

○ ۲۴ اپریل کو حکومت پاکستان کی رہنمائی میں قائم ہونے والی عبوری مجاہدین کونسل نامزد صدر صبغت اللہ مجددی کی قیادت میں افغانستان داخل ہو گئی ہے اور کسی بھی وقت کابل پہنچ کر اقتدار سنبھال لے گی۔

○ وزیر اعظم نے کہا ہے کہ ہم افغانستان کی تعمیر نو میں حصہ لیں گے۔ سعودی عرب ایران اور اقوام متحدہ کی طرف سے بھی ایسے ہی جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔

○ کابل سے موصولہ اطلاعات کے مطابق پیر کو نا معلوم مقامات سے آنے والے طیاروں نے شہر پر اس شہر کی تاریخ کی بدترین بمباری کی۔ سینکڑوں افراد ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ بمباری سے کابل میں صدارتی محل اور وزارت دفاع کی عمارتوں میں زبردست آگ لگ گئی۔ آگ کے شعلے دور دور سے نظر آرہے ہیں۔ جن علاقوں پر بمباری کی گئی ہے وہ حکمت یار کے قبضہ میں ہیں۔ یہ طیارے کابل کے تین اطراف شمال جنوب اور مشرق سے اڑ کر آئے تھے اور ان طیاروں نے آتے ہی اتنے وحشیانہ انداز میں بمباری کی کہ ہر طرف آگ و خون کا سمندر پھیل گیا۔ گذشتہ تیرہ سال کی جنگ کی تاریخ کی اتنی شدید بمباری نہیں ہوئی۔ مبینہ طور پر یہ طیارے مشہد سے اڑ کر آئے تھے۔ ذرائع کے مطابق حکومت پاکستان نے حکمت یار کا مواصلاتی رابطہ جام کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ حکمت یار کو تنہا کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔

○ کابل سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق مجاہدین کے لیڈر احمد شاہ مسعود نے دارالحکومت کابل پر اپنا کنٹرول مضبوط کر لیا ہے جبکہ گلبدین حکمت یار کا کنٹرول وزارت داخلہ اور چند دیگر علاقوں پر ہے۔ دونوں دھڑوں کے درمیان ہونے والی جنگ کے نتیجے میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۷۵ بیان کی گئی ہے۔ حکمت یار کے وفادار فوجی کابل کے جنوب میں خود کو پھر سے منظم کر رہے ہیں۔

○ امریکی فوج کے سربراہ جنرل گورڈن رسل نے گذشتہ روز جی ایچ کیو میں مسلح افواج پاکستان کے جرنیلوں سے مذاکرات کئے۔ جنرل آصف نواز کے ساتھ جنرل گورڈن کی ملاقات میں امریکی سفیر بھی موجود تھے

○ کراچی سے میرپور خاص آنے والی ٹرین مہران ایکسپریس پر ڈاکوؤں نے راکٹوں سے حملہ کر دیا جس سے مختلف اطلاعات کے مطابق ۵ سے ۱۰ مسافر ہلاک اور ۵۰ زخمی ہو گئے۔ مہران ایکسپریس پر یہ حملہ ٹنڈو جام اور تاج پور کے درمیان کیا گیا۔ ٹرین کا انجن تباہ کر دیا گیا۔ ڈاکوؤں کی فائرنگ سے ٹرین کا ڈرائیور اور گارڈ بھی زخمی ہو گئے۔ گولیاں خاتون مسافروں کے ڈبے پر چلائی گئیں۔

○ منڈی بہاؤالدین میں دو نوعمر طالبعلموں کے پولیس کے ہاتھوں ہلاکت پر زبردست مظاہرے کئے گئے۔ سارے شہر میں ہڑتال کی گئی۔ نماز جنازہ میں سارا شہر امڈ کر آ گیا۔ ہزاروں سوگوار عورتیں آہ و بکا کرتی رہیں۔ تعلیمی ادارے بند رہے کوئی پولیس آفیسر شہر میں نظر نہیں آیا۔ سکول کی انتظامیہ کے بیان کے مطابق طلبہ کی تعداد صرف ۲۲ تھی جن میں سے سات گرفتار ہو گئے۔ باقی پر پولیس نے گولیاں برسائیں۔

○ پاکستان کے اکثر شہروں میں آباد افغان مہاجرین کے وطن واپس جانے کا کوئی امکان نہیں ہزاروں افغان کراچی پشاور راولپنڈی اور دوسرے شہروں میں اپنا کاروبار کر رہے ہیں۔ گزشتہ دو ہفتوں سے اگرچہ واپسی کی رفتار تیز ہو گئی ہے۔ تاہم یہ خیموں میں رہنے والے غریب مہاجرین ہیں۔

○ پیپلز پارٹی کی سربراہ محترمہ بے نظیر بھٹو نے مجوزہ قومی حکومت کے لئے نامزد وزیروں کی فہرستیں تیار کر لی ہیں۔ نگران وزیر اعظم کے لئے مصطفےٰ جتوئی یا جونیجو کو اور وزیر داخلہ کے عہدے کے لئے مصطفےٰ کھر کو قبول کر لیا جائے گا۔ اعلیٰ سطح پر مرکزی حکومت میں پیپلز پارٹی کو ۵۰ فیصد اور سندھ اور پنجاب میں ۹۰ فیصد کوٹے کا امکان ہے۔ پیپلز پارٹی کو خارجہ اور خزانہ کی وزارتوں کے علاوہ اٹارنی جنرل کا عہدہ بھی دیا جائیگا۔ پنجاب میں جہانگیر بدر اور سندھ میں قائم علی شاہ یا آفتاب شعبانی چیف ایگزیکٹو ہونگے۔

○ پنجاب مسلم لیگ نے پگاڑا لیگ سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا ہے۔ جو مسلم لیگی پگاڑا لیگ کی تقریب میں جائے گا اس کے خلاف کارروائی ہوگی۔

○ ورلڈکپ کی فاتح کرکٹ ٹیم جب پشاور پہنچی تو اس کا زبردست استقبال کیا گیا۔

○ مقبوضہ کشمیر میں حریت پسندوں کی بھارتی فوجیوں سے دست بدست لڑائی میں ۱۸ افراد ہلاک۔ شہریوں نے ایک فوجی دستے کو گھیرے میں لے کر اس پر ابلتا ہوا پانی پھینک دیا۔

○ ایک ماہر امریکی سکالر نے کہا ہے کہ سعودی عرب کے حالات بالکل مختلف ہیں۔ دنیا بھر میں جمہوریت رائج ہو سکتی ہے۔ سعودی عرب میں نہیں ہو سکتی۔

۔ قدیمی ۔ اولین ۔ مشہور آفاق
حب اطہرا
۳۰ گولی تیس روپے ۔ مکمل کورس ۱۲۰/- روپے
نیران
نرینہ اولاد کی مشہور دوا ۱۲۰/- روپے
زدجام عشق
تیس ۳۰ گولی ـــ ۹۰/- روپے
مشہور دواخانہ رجسٹرڈ گوجرانوالہ پاکستان

بچوں، عورتوں اور مردوں کی پیچیدہ امراض کیلئے
دارالعلاج رحمت بازار۔ ربوہ
۔ تشریف لائیے ۔

بقیہ: صفحہ ۵ سے آگے

سو اس کی وجہ خود عالم الغیب والشہادۃ خود بیان فرماتا ہے۔ یعنی اس لڑائی میں بھی تم زور بازو سے فتحیاب نہیں ہوئے۔ بلکہ فرشتوں کا ایک لشکر تھا۔ جس نے تمہاری مدد کی پھر اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور مکہ والوں کے ظلم سے تنگ آکر مدینہ کی طرف صرف حضرت ابوبکرؓ کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے تو پتہ لگنے پر کفار چاروں طرف سے دوڑ پڑے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک غار میں پناہ لینی پڑی۔ مگر تب بھی بعض کافر غار ثور تک پہنچے اور کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے پاؤں کے نشان یہاں تک ختم ہوتے ہیں۔ ہو نہ ہو دونوں اسی کے اندر رہیں اور یہ گفتگو حضرت ابوبکرؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی۔ مگر قدرت خدا کہ وہ کافر غار میں داخل نہیں ہوئے اور جب آپ غار سے نکل کر مدینہ تک گئے ہیں۔ تب بھی کسی نے آپ کو نہیں دیکھا۔ حالانکہ انعام کی طمع میں سینکڑوں آدمی آپ کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ مگر سب کی آنکھوں پر پردہ ڈالا گیا۔ اور ان کی آنکھیں آپ کے دیکھنے سے گویا اندھی کر دی گئیں۔

اب بتاؤ کہ کیا یہ کام انسانی طاقت سے ہوا؟ ہرگز نہیں۔ یا کیا مادی اسباب کی تائید سے یہ سب کچھ ہوا؟ ہرگز نہیں بلکہ انسانی کوششیں اور مادی اسباب تو آپ کے خلاف تھے۔ پھر یہ کیوں ہوا؟ اور اس کی وجہ بھی وہی فرشتوں کی مدد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ پارہ ۱۰، رکوع ۱۲ میں فرماتا ہے (-) یعنی اس کی وجہ بھی صرف فرشتوں کی مدد ہے۔ غرض پانچویں دلیل فرشتوں کے وجود کی یہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے اثرات سے اور اپنے خارق عادت افعال کے نتائج سے دنیا پر اپنی ہستی کا ہونا ثابت کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ بدر۔ خندق۔ حنین اور ہجرت کے واقعات نے دنیا کو دکھلا دیا کہ جو کام مادی اسباب سے نہ ہو سکیں اور جو سانحات دنیوی علل سے ظہور پذیر نہ ہوں وہ خدا تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے رونما کرتا ہے۔